انسانیت، حسینؑ کی سایۂ عاطفت میں

سید محمود حسن ضیاء بوترابی

دنیا کی وہ تمام مقتدر اور عظیم الشان ہستیاں جن سے زندگی کے اہم معاملات کی وابستگی ہوتی ہے۔ میدان عمل میں قدم بڑھانے کے لئے پورے غور وفکر کے ساتھ کم وبیش پروگرام بنایا کرتی ہیں۔ یہ پروگرام ماضی کے تجربوں کی روشنی میں بنائے جاتے ہیں۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ مقدمات کی غلط ترتیب یا ان سے غلط نتائج نکالنے کی بنا پر انسان اپنی زندگی کو ایسے خطرات کے سپرد

کر دیتا ہے جن سے بچنا ممکن سا نظر آنے لگتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کے غلط اقدام اس کے سابقہ حسن عمل کو بدنامی کے سیلاب میں حسن وخاشاک کی طرح بہادیتے ہیں۔ سامنے آنے والے واقعات کبھی کبھی ایسی بھیانک اور ڈراونی مشکلوں سے نمودار ہوتے ہیں کہ انسان کا تدبر حواس باختہ ہوکر اپنے عمل کے صحیح راستے کو کھوبیٹھتا ہے۔ انسان کے غوروفکر کی گہرائی ، ذہانت اور ذکاوت کی پنہائی جانچنے کے یہی موقع ہوتے ہیں۔

امیر المومنینؑ کی شہادت کے بعد سے ۶۰ھ تک بنی امیہ کے کارناموں کا گہرا معالعہ کرنے کے بعد امام حسینؑ اس نتیجے پہنچ چکے تھے کہ ہمارا اور ہمارے ساتھ دین اسلام کا مستقبل بہت تاریخ ہے۔ ہم دونوں میں سے کسی ایک کی قربانی ناگزیر ہے۔ اگر اسلام کو بچانا ہے تو اب بڑی سے بڑی قربانی کسی نادر اور اچھوتے پروگرام کے تحت دینا ہوگی اور اگر اپنی جان عزیز ہے تو پھر اسلام کی خیر نہیں۔ ایک معصوم تدبر کے لئے اس سے زیادہ نازک دور نہیں ہوسکتا۔ جان ایسی چیز نہیں کہ انسان اس کو بے سوچے سمجھے کسی پیش آنے والے حادثے کی بھینٹ چڑھادے۔ اور دین بھی ایسی معمولی چیز نہیں کہ کسی عاقبت برباد کے ہاتھوں میں اسے کھلونا بنادیا جائے۔ معاویہ کی زندگی میں جب یزد کی ولیعہدی کا مسئلہ اہل مکہ ومدینہ کے سامنے آیا تھا تو ان سب کو اس اہم معاملے میں دعوت غوروفکر دے رہا تھا جن کو اسلام کے مقابل اپنی جانیں عزیز تھیں وہ اپنے دروازے بند کرکے اور زبانوں پر مہر سکوت لگاکے بیٹھ رہے۔ اسلام کا حشر کیا ہوگا اس پر زیادہ غور کرنے کا وقت نہیں تھا۔

امام حسینؑ کا فیصلہ اس کے برعکس تھا۔ اسلام ان کے گھر سے نکلا تھا۔ ان کے نانا کا دین تھا۔ جو درد اسلام کا ان کے دل میں تھا وہ دوسرے کے دل میں ہونہیں سکتا تھا۔ انہوں نے مرنے سے پہلے یہ فیصلہ حتمی طور پر کرلیا تھا کہ مجھے جان نہیں بلکہ اسلام بچانا ہے۔

یزید کی تخت نیشنی اور بیعت طلبی کے بعد یہ فیصلہ کرنا باقی تھا کہ جان کی قربانی دے کر اسلام کے بچانے کی صورت کیا ہوگی۔ امامؑ کی معصوم فطرت کے سامنے جان دینے کی مختلف صورتیں آرہی تھیں اور امام کو ان میں سے ایک بہترین طریقہ اپنی قربانی کا اختیار کرنا تھا اور اسی کے لحاظ سے زندگی اور موت کا ایک ایسا اچھوتا پروگرام بنانا تھا کہ دشمن اپنے حربوں میں ناکام ہوجائے اور انکی قربانی کے بعد اسلام تمام خطروں سے باہر نظر آئے۔

پہلا سوال اس سلسلے مین امام علیہ السلام کے سامنے یہ آیا کہ کیا طاقت کا مقابلہ طاقت سے

کیاجائے ؟ معصوم عقل اثبات میں اس کا جواب دے نہیں سکتی تھی۔ایسی حالت میں جبکہ امام کے پاس نہ فوج ہے جبہ خزانہ نہ حکومت ہے، نہ قبائلی ہمدردی اس حریف سے ٹکراجانا۔ جس کے پاس بے انتہا فوج ہے، بے انتہا خزانہ ہے، ایک منظم سلطنت ہے یقینا خودکشی کا مترادف ہوگا۔ اور دنیا کے ارباب عقل وفہم اس عدم تدبر اور غلط اقدام پر رہتی دنیا تک طعنہ زنی کرتے رہیں گے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا دشمن کی چمکتی تلواروں کے نیچے سہم سہم کر گردنیں رکھ دینی ہوگی ؟ اگر یہ ہوگا تو اور بھی برا ہوگا۔ ہاشمی شجاعت کے مایہ ناز کارنامے گہری گور میں جاسوئیں گے۔ خاندانی شرافت کے دامنوں کو آگ لگ جائے گی۔ بزدلی اور نامردی کلنک کا ٹیکہ بن کر منھ دکھانے کے قابل نہ رکھے گی۔

یہ دونوں صورتیں چونکہ انتہائی مذموم تھیں لہٰذا امامؑ نے ان کے بین بین ایک ایسا راستہ اپنے مقابلے کے لئے پیدا کیا جو اپنی نظیر آپ تھا۔

کثرت کا مقابلہ قلت سے ، قوت کا مقابلہ ضعف سے، اور ظلم کا مظلومیت سے کرنا ہے لیکن اس طرح کہ کسی مرحلے میں ہمیں کوئی جارحانہ قدم نہیں اٹھانا پڑا، تاکہ کل کوکوئی یہ نہ کہے کہ امام حسینؑ نے خروج کیا یا حسینؑ نے جنگ کی ابتدا کی۔ ہاں جب دشمن جنگ کا آغاز کرے تو پھر اپنی موروثی شجاعت کے جوہر دکھا کر نام اسلام پر قربان ہوجانا چاہئے۔ یہ تھا حسینؑ کا آخری فیصلہ جو مدینہ کی روانگی سے قبلہ کرلیا گیا۔ اب اس کو عملی صورت میں لانے کے لئے ایک پروگرام بناتا تھا جس کی دفعات بہت جلد امام علیہ السلام کے ذہن میں آگئیں۔

۱۔ یزید کی بیعت کسی صورت میں نہیں کرنی ہے، ورنہ دین برباد ہوجائے گا۔

۲۔ مدینہ میں رہ کرنہیں کرنا، ورنہ حرم رسولؐ کی حرمت ضائع ہوجائے گی۔

۳۔حرم خدا سب کے لئے پناہ کی جگہ ہے، پہلے وہاں چلنا ہے۔ اگر دشمن آمادہ قتال آیا تو وہاں کا قیام بھی ترک کرنا ہوگا تاکہ حرمت حرم خدا محفوظ رہے۔

۴۔قبائل میں پروپگنڈہ کرکے ان کو اپنی کمک ومدد پر آمادہ نہیں۔ ورنہ یہ ارادہ جنگ کی دلیل ہوگا۔

۵۔عورتوں اور بچوں کے ساتھ لے جانا ہے۔ تاکہ دشمن واقعۂ شہادت کو چھپا نہ سکے۔ ان کے ذریعے سے شہر بہ شہر اور دیار بہ دیار یزیدی مظالم کی قلعی کھولی جائے گی۔ بنی امیہ کی بے دینی کو

طشت از بام کیا جائے گا۔

۶۔ مدافعہ میں بھی اس کا لحاظ رکھا جائے گا کہ مکروفریب کی ہلکی سی جھلک بھی کہیں پیدا نہ ہو۔

۷۔ مصائب وآلام کے انتہائی ہجوم میں بھی احکام الٰہی کی خلاف ورزء ہوگی۔

۸۔ ظالم کے ہر ظلم کو صبر وضبط سے جھیلا جائے گا۔

۹۔ پورے استقلال سے قدم جما کر شہادت کی منزلیں سر کی جائیں گی۔

۱۰۔ ہر ہر قدم پر رضائے الٰہی کو پیش نظر رکھا جائے گا۔

جب یہ پروگرام بن گیا تو حسینی قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا۔ عبد اللہ بن زبیر کی طرح چور راستے سے نہیں بلکہ شاہرا عام سے گزرتا ہوا گیا۔ تا کہ اس کا شائبہ بھی نہ ہو کہ ہم کو اپنے جرم کا احساس ہے جب ہم مجرم نہیں، بزدل نہیں تو منہ چھپا کر کیوں نکلیں، ڈنکے کی چوٹ پر جاتے ہیں، جسے روکنا ہو روکے۔ ابتدائے جنگ کا الزام اس پر عائد ہوگا۔

یہی وہ بے مثل پروگرام تھا جو امام حسینؑ کی صداقت کا امام حسینؑ کے درد دین کا ، امام حسینؑ کی حق پسندی اور روشن کرداری کا گواہ بنا۔ یہی وہ پروگرام تھا جس نے اقوام عالم کے دلوں میں امام حسینؑ کی عظمت کا نقش جمادیا۔ یہی وہ فکری انقلاب تھا جس نے یزید کو اس کے تمام ناپاک ارادوں میں ناکام بنادیا۔ اور یزیدی سطوت کو اپنی ٹھوکروں میں رکھ لیا۔ اور حق کو باطل سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا کردیا۔

دنیا میں بے شمار لڑائیاں ہوئیں اور ہوتی رہتی ہیں۔ آپ دنیا کی تاریخ کی ورق گردانی کرکے کوئی ایک واقعہ نکال دیجئے جس میں حسینی پروگرام وانقلاب کی کوئی دفعہ بھی پائی جاتی ہو۔ ہرفریق کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جس حیلے سے بھی ممکن ہو اپنے حریف پر فتح پالوں۔ کربلا کی جنگ میں جو کردار امام مظلوم اور ان کے انصار نے پیش کیا اس کی نظیر تاریخ عالم میں نہیں ملتی۔

آنکھوں سے دیکھنا تو کیا، شاید کسی نے کانوں سے بھی نہ سنا ہوگا کہ دشمن کے مقابلے کے وقت کوئی ایسی جماعت کو یہ کہہ کر کم کررہا ہوں کہ کل میرے ساتھ جو شخص بھی رہے گا۔ وہ ضرور قتل ہوجائے گا۔ میں کسی کو دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میں نے اپنی بیعت تمہاری گردنوں سے اٹھالی۔ اس پردۂ شب میں جس کا دل چاہے چلا جائے۔ یہ صرف امام حسینؑ ہی کے پروگرام کی عجیب وغریب کشش تھی جس نے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا ہے۔ کیا دنیوی لڑائیاں اس طرح لڑی جاتی ہیں۔

کیا کوئی اور بھی امام حسینؑ کے سوا آپ کو ایسا نظر آتا ہے جس نے اپنی فوج کو بڑھانے کے بجائے گھٹایا ہو۔ بجائے سبز باغ دکھادکھا کر لڑانے کے ان کو مرنے کی خبر پہلے سے سنادی ہو۔

امام حسینؑ اور صرف امام حسینؑ ہی کے جنگی پروگرام کی یہ دفعہ ہوسکتی ہے کہ اگر موقع ملے تو دشمن کے ساتھ بھی احسان کیا جائے ۔ اس کی عملی صورت حر کی پیاسی فوج کو پانی پلانا تھا۔ اگر حسینؑ ذرا دیر اپنی مشکوں کے دہانے نہ کھلواتے تو ایک ہزار دشمن پیاس کی شدت سے تڑپ تڑپ کر مرجاتا۔لیکن اگر امام حسینؑ ایسا کرتے تو پھر حسینؑ حسینؑ نہ رہتے۔ یہ اتنا بڑا احسان تھا کہ دشمن میں ذراسی بھی انسانیت ہوتی تو اس کو ہرگز نہ بھولتا۔ اس وقت کربلا مین یہ لوگ موجود نہ تھے جب امام حسینؑ ایک شیرخوار بچہ کو ہاتھوں پر رکھے پانی مانگ رہے تھے۔ اگر امام حسینؑ کی جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو اس وقت ضرور یہ کہہ اٹھتا کہ ذرا میرے اس احسان کو یاد کرو کہ میں نے کیسے سخت وقت میں تمہیں پانی پلایا تھا۔تم کیسے احسان فراموش ہو کہ چند ہی روز میں میرا احسان بھلا دیا۔مگر امام حسینؑ کی زبان سے ایسا کوئی کلمہ نہیں نکلا۔ اپنے اس احسان کا اشارۃً وکنایۃً بھی ذکر ذبان پر نہیں آنے دیا۔ امام حسینؑ قرآنی تعلیم کے خلاف نہ کوئی قدم اٹھانا چاہتے تھے نہ ایک لفظ منھ سے نکالنا چاہتے تھے۔ ان کو قرآن کا یہ یہ حکم معلوم تھا ''لاَتُبطِلُوا صَدَقَاتِکُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَی'' غورکریں کہ کتنا فرق ہے عام لڑائیوں میں اور امام حسینؑ کی جنگ میں۔ وہ گھر سے تخت وتاج کا مالک بننے کے لئے نہیں آئے تھے بلکہ یہ لوگوں کو اسلام کے بھولے ہوئے سبق یاد دلانے آنے تھے۔ لوگ بھولے ہوئے تھے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے۔''هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلاَّ الْإِحْسَانُ''امام حسینؑ نے معلوم کرنا چاہا کہ اس پر عمل ہے یا نہیں۔ پہلے احسان کیا پھر اس کے بدلے کے منتظر رہے۔لیکن پتہ چل گیا کہ اس قسم کے اخلاقی فضائل وہ قابل توجہ سمجھتے ہی نہیں۔

ایک بھوکے پیاسے گروہ پر فوج یزید کا مظالم کے پہاڑ گرانا اور رحم وہمدردی کو قطعاً دل سے نکال دینا کیا اس بات کا مقتضی نہیں ہے کہ حضرت نوحؑ کی طرح امام حسینؑ بھی اس کی بدعا کے لئے ہاتھ اٹھادیتے کہ خداوند عالم ان کو ملیا میٹ کردے۔مگر اما حسینؑ نے ایسا نہیں کیا۔ جوان بیٹا ایڑیاں رگڑ رگڑ کر دم توڑ بیٹھا۔ برابر کا بھائی خاک اورخون میں لوٹ کر دنیا سے رخصت ہوگیا۔ چھ مہینے کا بچہ مظلوم باپ کے ہاتھوں پر تڑپ تڑپ کر مرگیا۔لیکن اس پر بھی امام حسینؑ کے ہاتھ بددعا کے لئے نہ اٹھے۔ اگر زبان سے کہا بھی تو اتنا ''رضاً بقَضَائه وَتَسلیماً لاَمره۔'' کیا دنیوی لڑائیاں

ایسی ہی ہوتی ہیں۔ کیا دشمن پر کامیابی حاصل کرنے کے یہی ڈھونگ ہوتے ہیں۔

امام حسینؑ جس فتح کے متمنی بن کر کربلا میں آئے تھے وہ دنیاوی فتح نہ تھیوہ دشمن کو فنا کر کے کامیابی کا جھنڈا بلند کرنا نہیں چاہتے تھے۔ ان کی فتح مظلومیت میں تھی۔ان کی فتح سوکھا گلا کٹوانے اور گھر بار لٹوانے میں تھی۔ ان کی فتح اپنے تمام لشکر کو شہید دیکھنے میں تھی۔ چنانچہ خدا کے فضل سے یہ فتح امام حسینؑ کو حاصل ہوگئی۔

یزید لاکھوں فوج رکھنے کے باوجود اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوا۔ وہ بیعت لینی چاہتا تھا نہ لے سکا اور امام حسینؑ نے بیعت نہ کرنے کا اعلان کیا تھا۔ وہ اس مقصد میں کامیاب ہوئے۔ یزید فنا ہوگیا اب اس کی قبر کا نشان تک نہیں ملتا۔مگر کربلا میں جا کر دیکھیں حسینؑ کا دربار سجا ہوا ہے۔ بڑے بڑے سلاطین کج کلاہ کس طرح فخر و نیاز کے ساتھ ان کی آستانہ قدس کو بوسہ دیتے ہیں۔ یزید کے نام لیوا اگر ہیں تو چند عاقبت برباد جنگی گردنوں پر شیطان سوار ہے۔ اور امام حسینؑ کے اصول زندگی کا احترام کرنے والے عقیدت کے پھول نثار کرنے والے ان کی محبت کا نقش دل پر جمانے والے کروڑوں کی تعداد میں اب بھی باقی ہیں اور قیامت تک باقی رہیں گے۔شمع حسینیت کے پروانے نہ صرف مسلمان ہیں بلکہ دنیا کی ہر قوم کے افراد۔

انہیں تمام باتوں کے مدنظر مجھے یہ شعر کہنا پڑا۔

ہے یزید آباددنیا میں کہیں
ہند میں جیسے حسین آباد ہے۔

یہ بدون تردید حقیقت ہے کہ جن لوگوں کے دلوں میں اصول انسانیت کی قدر ہے وہ ابدالآباد تک حسین مظلوم کے گرویدہ رہیں گے۔ ظالم ظلم کرتے کرتے آخر تک گئے مگر وہ صبر کرتے کرتے آخر نہیں تھکے۔ انہوں نے اپنے غیر محدود ے صبر سے دنیا کو بتلادیا کہ ظالم کے ظلم کی حدیں ہوسکتی ہیں مگر ہماری قوت صبر کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس لئے ساری دنیا کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ حضرت امام حسینؑ کی شخصیت عالم گیر بھی ہے اور فقیہ المثال بھی۔

]ب[